VFAST Transactions on Islamic Research
http://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2013 ISSN(e): 2309-6519;ISSN(p): 2411-6327
Volume 1, Number 1, January-December, 2013 pp. 26–39

اسلامی مناہج بحث
ISLAMIC RESEARCH METHODOLOGIES

[1]DR.MOHAMMAD NAEEM, [2] MR. MOHAMMAD ZUBAIR
[1] Assistant Professor, Department of Islamic studies, Abdul Wali Khan University Mardan (PAK)
drnaeem@awkum.edu.pk
[2] Lecturer Department of Islamic studies, Abdul Wali Khan University Mardan (PAK)
zubair@awkum.edu.pk

ABSTRACT: *Research Methodology is a systematic approach to reach conclusions. The subject of Islamic Studies is inter related to all kinds of knowledge whether they have theoretical background or physical. Like other sciences this subject too requires specific methods to maintain research work. The researcher in this field most often suffers from confusion in adopting a proper and balanced approach. In this article such kinds of research methodology have been discussed scholarly in light of Quran and Sunnah aiming at to provide a guide line for researchers. Moreover qualities of a researcher have also been highlighted which is an integral part of research.*

Keywords: استنباط- توثیق - استقراء- باحث- البحث-مناہج

Introduction:

منہج البحث کسی موضوع کے نتائج تک پہنچنے کے لیے منظم طریقہ کار ہے-اسلامیات کا مضمون تمام شعبہ ہائے علوم وفنون کے ساتھ باہم مربوط ہے -اس میں بھی تحقیقی کام کرنے کے لئے مناسب منہج اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے جس کے انتخاب میں ایک محقق عموماً تشویش کا شکار ہوجاتا ہےاور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اپنے تحقیقی کام کے لئے کون سا منہج اپنائے -یہ قضیہ نمٹانے کے لئے اس آرٹیکل میں ممکنہ مناہج کاجائزہ لیا گیاہے نیز وہ اوصاف بھی ذکر کئے گئے ہیں جو ایک محقق کے لئے ضروری ہیں -

مناہج البحث کا مفہوم

مناہج البحث مرکب اضافی ہے جس میں مناہج کی اضافت بحث کی طرف کی گئی ہے چوں کہ مرکب اضافی میں مضاف الیہ اصل اور مضاف اس کی تابع ہوتی ہے اس لئے سب سے پہلے لفظ بحث کی تحقیق کرتے ہیں -

بحث کا مفہوم

بحث مصدر کا صیغہ ہے اس کا مادہ [ب-ح -ث] ہے اور یہ باب فَتَح یَفتَحُ سے آتا ہے - اس کا لغوی معنی کھودنا اورتلاش کرناآتا ہے یہ لفظ معدن [کان] کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جس سے قیمتی آشیا ء کھود کرنکالی جاتی ہیں (۱)
قرآن حکیم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:
فَبَعثَ اللہُ غُراباً یَبْحثُ فِیْ الْاَ رْض(۲)
عرَب کہتے ہیں :بَحثتِ النَّاقۃُ الاَ رْض برجْلِها فِي السَّيْر اِذاشَدَّدَتِ الوِطْء .کہ اونٹنی نے چلتے ہوئے پاؤں سے زمین کو کھود لیا جب وہ زمین پر زور سے قدم مارتی ہے (۳)-
استاذ دکتور محمد بلتاجی رحمہ اللہ (۴)بحث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

هوَ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي تَحْصِيْلِ مَعْرِ فۃٍ بِمَوْضُوعٍ مِنْ مَوْضُوْعَاتِ التَّخَصُّصِ(۵)
کسی موضوع جو تخصص سے تعلق رکھتا ہوکے جاننے کے لیے کوشش بروئے کار لانا بحث کہلاتی ہے۔
ذکر کردہ تعریف کے مفہوم کوتھوڑا اور واضح کرتے ہیں:
بَذْلُ الْجُهْد: کوشش بروئے کار لانے میں دو چیزیں مدنظر رہیں گی۔
۱ **:باحث** [بحث کرنے والا یا محقق]کا وہ خاص استعداد اور ملکہ جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتا ہے

۲ **:بحث** کے لئے امکانی حد تک کوشش
اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ بحث میں وہ کوشش مطلوب ہے جو کسی صاحب استعداد کی طرف سے ہو دوسرے یہ کہ کوشش غایت حد تک ہو ۔
چنانچہ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نے کاغذ کا پرزہ اٹھانے میں غایت کوشش کی تو اس کا یہ دعویٰ غلط شمار ہوگا۔ایک تو کاغذ اٹھانا کوئی فن نہیں دوسرے یہ کہ کاغذ اٹھانے میں غایت کوشش کی ضرورت نہیں پڑتی۔
مَعْرِ فۃٌ بِمَوْضُوعٍ مِنْ مَوْضُوْعَاتِ التَّخَصُّصِ:تعریف میں اس سے مرادوہ علم ہے جس کا تعلق خاص معلومات اور موضوعات سے ہو۔اس قید سے وہ موضوعات خارج ہوجاتی ہیں جو عمومی نوعیت کی ہوں بالفاظ دیگر زیر بحث موضوع جدت کا حامل ہو اور موادکا جدید انداز اور انوکھے اسلوب میں جائزہ لیا گیا ہو ۔
اس تعریف کی رو سے بحث اور اجتہاد کے درمیان ظاہرًا مماثلت معلوم ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے درمیان فرق واضح الاجتهادُ...اِسْتِفْرَاغُ الْجُهْدِ فِي دَرَکِ الْاَ حْکَامِ ہے کہ علمائے اصول کے ہاں اجتہادکی تعریف اس طرح کی جاتی ہے:
تفصیلی دلائل (قرآن،سنت اور اجماع امت) کی روشنی میں شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے اختیار ''الشَّرْعِيَّۃِ...آہ (۶) کی گئی انتہائی کوشش کا نام اجتہاد ہے ۔
اجتہاد کا دائرہ مخصوص ہے اوراس کے مقابلہ میں بحث عام ہے جو کوشش کی ہر قسم کو شامل ہے۔ پس بحث واجتہاد کے مابین عموم وخصوص کا تعلق ہے۔

مناہج کا مفہوم

کے درمیان کوئی حقیقی فرق نہیں اور تینوں ایک معنی میں جمع ہے اس کا مفرد منہج آتا ہے ۔منہج ،نَہْج اور مِنْہَاج مَنَاہَج الطریق الواضح ''[واضح راستہ] کیا جاتا ہے (۷)۔''استعمال ہوتی ہیں۔ ان کا معنی
(۸)اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :(لِکُلِّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّ مِنْهَاجًا)۔
صحیح بخاری میں منہاج کا معنی سنۃ [طریقہ] کیا گیا ہے(۹)۔
دوران تحقیق کسی علمی بحث کے لئے اختیار کیا گیا طریقہ منہج کہلاتا ہے ۔یہ علمی وتحقیقی منزل تک پہنچنے کے لئے وہ راہ گذر ہے جس پر چل کر ایک محقق اپنے ہدف تک پہنچتاہے۔بحث کے لئے ایک سے زیادہ طرق ہوسکتے ہیں کہتے ہیں ۔ جنہیں مناہج البحث
یہ انسان کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ اسے اللہ رب العزت نے تمام مخلوقات سے منفرد خصوصیات دی ہیں جن میں عقل وفکر اور اپنے مافی الضمیرکا زبانی وتحریری اظہار شامل ہیں ۔

خَلَقَ الْاِنْسَان ۔عَلَّمہ الْبَیَان(۱۰) :اللہ تعالیٰ سورۃ الرحمن میں ارشاد فرماتے ہیں
انسانی فکر معلومات کا ایک خزینہ ہے جن میں وہ اپنے حواس،عقل، علم کے خارجی ذرائع [وحی الٰہی]،ماحول اور دوسروں کے تجربات سے بہت کچھ ذخیرہ کرتا ہے معلومات جمع کرنے کا یہ سلسلہ انسان کی بچپن سے لے کر زندگی کے اختتام تک جاری رہتا ہے ۔غیر رسمی طور پر وہ کائنات کا ایک دائمی طالب علم رہتا ہے پھر ہر انسان دوسرے انسانوں سے جدا گانہ اوصاف کا مالک ہوتا ہے۔ یہی تفاوت انسانوں کے درمیان فطری ہے۔ اس تنوع کا فائدہ یہ ہے کہ انسانوں کو ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے ہیں جس سے علم کے نئے گوشے دریافت ہوتے ہیں ۔
اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے اندر زندگی کے اسبا ب مہیا کئے ہیں اورانسان کی تمام ضروریات پوری کرنے کا انتظام فرمایا ہے۔
ارشاد خداوندی ہے :(وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرورَزَقنهُمْ مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلیٰ کَثِیْرٍ مِّمَنْ خَلَقْنَا

تَفْضِیْلًا)(۱۱)۔
چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہی زمین کو رہائش کے قابل بنایا ۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے اندر ایک اصول جاری فرمایا ہے کہ ہر مسبب **[effect]**کو سبب **[cause]** کے تابع کردیا ہے۔چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سورج سے روشنی اور حرارت پیدا ہوتی ہے ۔پانی کی نعمت سے تمام مخلوقات زندہ ہیں ۔دوائی سے انسان کو صحت ملتی ہے وغیرہ ۔ان سے وہ امور مستثنیٰ ہیں جو اسباب کے دائروں سے ہٹ کر ہیں جنہیں عادت خاص کہتے ہیں جیسے کہ معجزات ہیں ۔

اس تسلسل نے انسان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا اور اپنی زندگی کو محفوظ اور پر آسائش بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرنا شروع کیا ۔کائنات کے سربستہ رازوں کو تلاش کرنے لگا ۔معاشرت اور تمدن کی بنیادیں ڈالیں اور ان گنت ایجادات کئے ۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ خالق کائنات نے روز اول سے انسان کو بامقصد زندگی گذارنے ا وراس کے عقائد واخلاقیات سنوارنے کے لئے پیغمبروں کے ذریعے اپنی تعلیمات بھجوانے کا انتظام بھی فرمایا۔

چنانچہ ابتداء ہی سے علوم وفنون کی دو قسمیں انسانوں کے مابین متعارف رہی ہیں۔

۱:نظریاتی علوم (جو فکر ونظر پر مبنی ہیں)۔

تجرباتی علوم (جو تجربہ کی محتاج ہیں)۔ ۲:

علم کے ان دونوں اقسام پر بحث وتحقیق ہوتی رہی ہے ۔

محقق کے سامنے یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے لئے کون سامنہج اپنائے جس سے وہ اپنے منزل مقصود تک پہنچ پائے ۔

آسانی کے لئے یہاں اسلامی علوم پر تحقیق کرنے کے روایتی اور جدید مناہج کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے ۔

منہج استقرائی [Inductive Method]

یہ روایتی طریقۂتحقیق ہے جس میں کسی مخصوص علم یا موضوع کے تمام تر جزئیات کا احاطہ کیا جاتا ہے اور اس کا کوئی جزو نہیں چھوڑا جاتا۔اس طریقہ میں مخصوص مثالوں اور مختلف علمی سرگرمیوں کے ذریعے نتائج تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔اس منہج میں ترتیب جزو سے کل کی طرف ہوتی ہے(۱۲)۔

اس کی دوقسمیں ہیں:

۱:استقراء کامل ۲:استقراء ناقص

اگر موضوع کے تمام اجزاء کا تتبع ہو تو استقراء کامل اور بعض کو چھوڑا جائے تو استقراء ناقص ہوگا(۱۳)۔

بحث میں اگر استقراء ناقص ہو تو نتائج بھی ناقص ہوں گے۔

یہ طریقہ تقریباً ہر علم میں اختیار کیا جاسکتا ہے ۔

مثالیں:

قرآنی ارشادات میں انسانی فہم وبصیرت کو اجاگر کرنے کے لئے آفاقی اور مشاہداتی دلائل میں غورکرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ زمین میں سیر کرو اور پورے غور وتدبر[استقراء]سے ان لوگوں کے انجام کو سوچوجو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوگزرے ہیں۔

ارشاد باری ہے : قُلْ سِیرُوا فِی الْاَ رْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُالْمُجْرِمِیْن(۱۴)۔

اب مجرموں کا انجام معلوم کرنا ایک مطلوب نتیجہ ہے اور زمین میں سیر کرنا اور ان لوگوں کی باقیات کا مشاہدہ کرنا جزئیات کا استقراء ہے جو مطلوب سے پہلے ہے ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ دعوت فکر دیتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق اور انسانی وجود پر گہری نظر ڈالو تو تمہیں خالق کے وجود پر ان گنت دلائل مل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : فَلْیَنْظُرْالْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہ (۱۵)۔

اسی طرح فرماتے ہیں: سَنُرِیْھِمْ اٰیَا تِنَا فِی الاٰ فَاقِ وَفِی اَنْفُسِھِم حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہ الْحَقُّ(۱۶)۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِق(۱۷)۔

وجود باری تعالیٰ کا اثبات ایک مطلوب ہے اور کائنات کے اندر موجود نشانیاں جزئیات ہیں جن کے استقراء سے مطلوب

حاصل ہوتا ہے۔

منہج استنباطی[Deductive Method]

اس کو تحلیلی یا تجزیاتی طریقہ بھی کہتے ہیں ۔اس طریقے میں معلوم اصول وقواعد کو بنیاد بناکر ان کی ممکنہ مثالوں اور اطلاقات کی تلاش کی جاتی ہے۔یہ استقرائی طریقہ کے بالعکس ہے۔ اس میں ترتیب کل سے جزو کی طرف ہوتی ہے۔ منہج استنباطی فقہ اور اصول فقہ کی موضوعات کے لئے اختیا ر کیا جاسکتا ہے

مثالیں:

استنباطی منہج کی مثال اس طرح ہوسکتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَ مْرِ(۱۸)۔

لغت سے معلوم ہے کہ الاَ مْرمیں الف اور لام عہد کے لئے ہیں جن سے معہود وہ امور ہیں جن میں نص وارد نہ ہوں چنانچہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سے ان کاموں میں مشورہ لیتے تھے جن میں نص نہیں ہوتا تھا۔ اسی بناء پر مجلس شوریٰ کو یہ اختیا ر حاصل نہیں ہے کہ وہ اسلامی اساسیات جو دین کے منصوصی احکام ہیں میں ردوبدل کرسکیں۔

مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس حکم کے بارے میں نص وارد ہو اس کے مقابلہ میں اجتہاد نہیں چلتا ۔اس کے ساتھ آیت کے اشارۃ النص سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کا قیام ضروری ہے کیوں کہ مشورہ تب ہوگا جب مجلس شوریٰ موجود ہو(۱۹)۔

اس کی ایک اورمثال حدیث جبرئیل علیہ السلام ہوسکتی ہے جس میں پہلے اسلام ،ایمان احسان اور قیامت کی نشانیوں کے بارے میں سوال ہوا ہے اور اس کے بعد ہرایک کی تفصیلی جواب دی گئی ہے (۲۰)۔

اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے (اَلاَ مرُ لِلْوُجُوب)(۲۱) امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے ۔ ایک موضوع اس طرح ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید میں وہ کون کون سے مقامات ہیں جن میں امر واجب کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

اس منہج میں جس طرح قرآنی آیات اور شریعت کے دوسرے مآخذ میں کامل مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عربی لغات ومفردات کی پہچان بھی لازمی ہے۔

منہج توثیقی یا تاریخی[Authentication Method]

اس منہج میں کسی انسانی خبر یا مقولہ[جو منقول ہو]کی صحت اور عدم صحت معلوم کی جاتی ہے ۔وہ قول خواہ صاحب شریعت [پیغمبر علیہ السلام] کا ہو یا کسی اور انسان کی طرف منسوب ہو۔یہ منہج اقوال کو پرکھنے کی کسوٹی ہے اور اس کی روشنی میں ان کی تصدیق یا تردید کی جاتی ہے ۔

اسلامی علوم میں اس منہج کی بہتر تطبیق علوم حدیث ہوسکتی ہے۔حدیث وحی خفی ہے جو دوسرا اسلامی تشریعی مصدر ہے۔ محدثین نے رسول اللہﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات کے ذخیرہ کو محفوظ کرکے انہیں مستند انداز میں امت کے سامنے پیش کیا ۔ رسول اللہ ﷺ کی وفا ت سے لے کر حدیث کی باقاعدہ جمع وتدوین کے زمانہ تک ان گنت علوم متعارف ہوئے جن کا تعلق حدیث کی روایت ودرایت سے تھا ۔ان میں علم اسماء الرجال [علم جرح وتعدیل]،علم مصطلح الحدیث ،علم علل الحدیث وغیرہ شامل ہیں ۔علم حدیث کا فہم ان علوم کے سمجھنے پر موقوف ہے اور اس پہلو پر کام کرنے کے لئے مطلوبہ مہارت ضروری ہے۔

منہج استدلالی[Reasoning Method]

استدلال کا مطلب ہے دلیل طلب کرنا ۔اس قسم کی منہج میں کسی دعویٰ پر دلائل طلب کئے جاتے ہیں ۔اس کو مباحثی طریقہ بھی کہتے ہیں

[Discussion Method] ۔

یہ تعلم کا ایک مؤثر طریقہ رہا ہے۔کسی موضوع پر کھلے عام بحث ومباحثہ سے قوت استدلال کو جلا ملتی ہے اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر سننے سے فکری وسعت پیدا ہوتی ہے ۔ اختلافات کو مثبت انداز میں نمٹا یا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس طریقہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔

مثالیں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں : قُلْ هَاتُوْا بُرْهُانَكُم اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْن(۲۲)۔

یہ ارشاد قرآن مجید مختلف مقامات پر وارد ہے اور ہر مقام کا سیاق الگ ہے ۔سورۃ النمل میں اس ارشاد سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پہلی پیدائش ،اس کی بعث اور زمین وآسمان سے انسانی رزق رسانی کو استفہام کے انداز میں پیش کیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے جو ان کاموں کو انجام دیتا ہے ؟اس کے بعد فرماتے ہیں اگر تمہارے پاس اس باطل عقیدے پر کوئی نقلی یا عقلی ثبوت ہوتوپیش کرو ۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں شک کرنے والوں کو للکارا ہے کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو اس کتا ب مقدس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کی مثل پیش کرلائیں ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ (۲۳)۔
رسول کریم ﷺ بھی اکثر یہی طریقہ اپناتے تھے ۔ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے ؟صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا : جس کے پاس مال دولت نہ ہو ۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ،مفلس وہ ہے جو آخرت کو بہت ساری نیکیوں کے ساتھ آجائے لیکن دنیا میں لوگوں کی حق تلفی کی ہوگی جس سے اس کی ساری نیکیاں ان حقداروں کو دی جائیں گی اور وہ خالی ہاتھ [مفلس]رہ جائے گا(۲۴)۔
قرون اولیٰ میں امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے شاگردوں نے اس منہج کو فروغ دیا ۔امام صاحب ؒکے ہاں مسائل پر آزادانہ رائے دہی کا ماحول قائم رہتا تھا اور ہر شریک کو بحث میں کھل کر موقف بیان کرنے کی اجازت ہوتی تھی ۔کبھی ایسا ہوتا کہ استاذ ایک طرف اور تمام شاگرد دوسری طرف ہوتے تھے کبھی استاذ کے ساتھ چندشاگرد ہوتے تھے اور باقی کا موقف ان کے خلاف ہوتا ۔ بحث کے آخرمیں اگر کسی موقف پر اتفاق ہوجاتا تو وہ لکھ دیا جاتا اور اتفاق نہ ہونے کی صورت میں وہ اختلافی اقوال بھی تحریر کئے جاتے ۔اس جمہوری انداز کا یہ فائدہ سامنے آگیا کہ بہت بڑا فقہی ذخیرہ کتابی شکل میں مرتب ہوا جس سے اب بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔

[Descriptive Method]منہج وصفی

[Survey Method] اس کو بیانیہ اور جائزاتی منہج بھی کہتے ہیں ۔

اس منہج میں کسی علمی موضوع کے ظاہری وصف کو منظم انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس میں بیان کی ضرورت پڑتی ہے اور حقائق کا تجزیہ کرنے کے لئے سوالنامہ ،انٹرویو یا مشاہدہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسلامی موضوعات میں اس منہج کا اطلاق بہتر طریقے سے ہوسکتا ہے ۔مثلاً کسی خاص علاقے کے علماء اور مشاہیرجو کسی مخصوص فن میں مہارت رکھتے ہوں کے بارے میں معلومات جمع کرکے ان کے منہج اورتفردات پر تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔ مواد جمع کرنے کے لئے سوالنامہ یا بالمشافہ ملاقات سے کام لیا جاسکتا ہے ۔ایم اے سے لے کر پی ایچ ڈی کی سطح تک اس طرح کی موضوعات پر تحقیق کی جا سکتی ہے۔

منہج وصفی کی دو ذیلی اقسام ہیں:

۱: [Qualitative] معیاری ۲: [Quantitative] مقداری

پہلی قسم میں معلومات جمع کرنے میں اس کی معیار کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ان کی مجموعی حیثیت کو ماپا جاتا ہے جب کہ دوسری قسم میں مقدار ی پہلو دیکھا جاتا ہے ۔بعض حقائق ایسی ہیں جن کا پس منظر نظریاتی ہوتا ہے جس کے لئے معیاری اسلوب اختیار کیا جاتا ہے ۔کچھ ایسی بھی ہیں جنہیں باقاعد ہ اعداد وشمار اور حساب کے اصولوں سے گذارنا لازمی ہوتا ہے جس کے لئے مقداری طریقہ اپنایا جاتا ہے۔مواد کی مقداری پہلو کی تکمیل کے بعد اس کو معیار کی کسوٹی پر پرکھنا پڑتا ہے ۔
وصفی منہج میں ضروری ہے کہ مواد جمع کرنے میں صداقت وامانت سے کام لیا جائے ۔ تعصب سے کام لینے یا عقیدت میں حد درجہ مبالغہ مواد کی درست پذیرائی میں رکاوٹ بن سکتی ہے ۔ لہٰذا کسی ایسی رائے کی نسبت نہ کی جائے جو حقیقت کے خلاف ہو ۔افراط وتفریط سے بچ کر وسیع فکری تناظر میں جائزہ لینا اس منہج کا تقاضا ہے ۔

مثالیں :

خیبر پختونخواہ میں بہت سارے علماء ہوگزرے ہیں جن میں مفسرین ،محدثین ،فقہاء ،ادباء ، علم میراث اور علم کلام کے علاوہ ہر فن کے ماہر ین شامل ہیں۔ہرعالم کے اپنے فن میں تدریسی اور تالیفی خدمات موجودہیں ۔ان کی خدمات کو منظر عام پر لانے کے لئے ان پر تحقیق کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ایک ہی فن کے کئی علماء کی آراء کا تقابلی جائزہ پیش کیا

جاسکتا ہے ۔مواد جمع کرنے کے لئے ان کی اولاد ، شاگردوں نیز ان کی کتب کی طرف رجوع کرنے مقصد تک رسائی میں معاون ثابت ہوگا ۔

منہج منصوبی[Project Method]

یہ جدید طریقہ ہے جو اسلامی علوم کو عملی افادیت اور روزمرہ زندگی کی مختلف جہتوں سے مربوط کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔اس طریقہ میں ایک تحقیقی کام کئی طلبہ میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔طلبہ مل کر اس کام کو سرانجام دیتے ہیں اور اپنے اپنے حصے کا کام پورا کرتے ہیں ۔

مثالیں:

ایم فل اور پی ایچ ڈی لیول کے کئی موضوعات ایسی ہیں جن پر ایک سے زیادہ مقالہ جات تیار ہوسکتے ہیں اسی طرح کی موضوعات کے حصوں کو متناسب طریقے سے طلبہ میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔اندرون ملک اور بیرون ایسے کئی منصوبوں پر کام مکمل کیا جا چکا ہے۔

ہائیر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کی نگرانی میں مختلف تحقیقی منصوبے[**Research Projects**]مکمل کئے جاتے ہیں جن کا تعلق دیگر فنون کے علاوہ اسلامیات کے ساتھ بھی ہوتا ہے ۔

منہج وحدتی[Unit Method]

اسلامیات کوئی الگ الگ تھلگ مضمون نہیں ۔یہ زندگی کے ہر شعبے سے مربوط ہے ۔اس کا تعلق قانون ،سیاست ،عمرانیات،اقتصادیات ،اخلاقیات ،سائنس اور جسمانی صحت جیسے سب علوم وفنون سے ہے ۔چنانچہ ان علوم کو اسلامیات کے ساتھ مربوط بنا کر ان پر تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے جس کو وحدتی منہج کہتے ہیں ۔یہ ایک جدید طریقہ ہے جو بہت مفید ثابت ہوا ہے ۔

مثالیں :

مندرجہ ذیل موضوعات اس کی مثال ہوسکتی ہیں:

جمہوری نظام حکومت اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ،مختلف سائنسی حقائق کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر سود اور اس کے متبادلات (بلاسود بینکاری)کھیل کھود اورسلامی مزاج وغیرہ۔

منہج البحث کی اہمیت

منہج البحث کی اہمیت مسلّم ہے ۔ کسی محقق کے لئے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ۔ایک محقق بحث کی سیڑھیوں پر چڑھ کر بلندی تک پہنچ پاتا ہے ۔منہج کسی علمی بحث کے لئے قالب کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ڈھل کر بحث ایک مرتب شکل میں آجا تا ہے۔ اس کے اندر چاشنی پیدا ہوتی ہے اورمحقق کا لگایا ہواپودا ایک تناور اورپھلداردرخت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

موضوعِ بحث کا انتخاب [Selection of The Research Topic]

تحقیق میں موضوع کا انتخاب جتنا زیادہ اہم ہے اتنا ہی مشکل ہے ۔باحث کے لئے موضوع کے انتخاب میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔

۱:موضوع میں جدت ہو یعنی ایسا نہ ہو جس پر پہلے کام ہوچکا ہو البتہ اگر سابقہ موضوع پر تحقیق کی نوعیت اور اسلوب کو تبدیل کرکے کام کرنے کی گنجائش ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ۔

۲ :موضوع کا انتخاب علمی ذوق کی بنیاد پر کیا جائے جس فن میں مہارت ودلچسپی ہو اس کو منتخب کیا جائے اورموضوع کا انتخاب کسی مجبوری کے نتیجے میں نہ ہو۔

۳ :موضوع غیر متنازعہ ہواور ایسے امورسے متعلق نہ ہو جس سے فرقہ واریت کو ہوا ملتی ہو۔

۳:موضوع باحث کی علمی حیثیت کے موافق ہو یعنی ایسا موضوع نہ ہو جس پر کام کرنا باحث کے لئے مشکل ہو نیز اتنا آسان بھی نہ ہو جس میں محنت اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے چنانچہ ایم۔ اے لیول کے مقابلہ میں ایم ۔فل اور ایم ۔فل کے مقابلہ میں پی ایچ ڈی کا موضوع وسیع ہونا چاہیے۔

۴:اس کی تکمیل کے لئے وقت کی تحدید کی گئی ہو۔جو ایم فل کے لئے ۳سال اور پی ایچ ڈی کے لئے ۴سال مقرر ہوتا ہے۔

۵:اگر موضوع کسی مخطوط پر کام کرنے سے تعلق رکھتا ہو تو مخطوط تحقیقی کام کے لئے موزوں اور اہمیت کا حامل

ہو۔

عنوان البحث[Title of The Research Topic] کی خصوصیات

۱:عنوان واضح اور جامع ہو۔

۲ :بحث کے اندر جملہ مباحث پر حاوی ہوکہ ایک جھلک سے اس کی پوری تصویر نمایاں ہو۔

۳:اس میں اختصار ہو اور بے جا طویل نہ ہو۔اگر عنوان ایک لکیر میں آسکے تو بہتر ہوگا ۔

۴ :اعرابی اور قواعد کی غلطیوں سے پاک ہو۔

باحث کے اوصاف

یہ ایک حقیقت ہے کہ باحث علم وتحقیق کا روح رواں اور تمام تر علمی کام کا محور و مرکز ہے۔باحث کی سنجیدگی اور اس کا اخلاقی حسن تحقیقی کام کو چارچاند لگا دیتی ہے ضروری ہے کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل خصوصیات موجود ہوں:

۱:صاف نیت کا مالک ہو،نمود ونمائش اور حب جاہ سے دور ہو۔تحقیق کا محور اللہ کی رضا اور مخلوق خدا کی خیر خواہی رکھتا ہو۔

۲:تحقیقی ذوق کا دلدادہ ہواور اپنے تحقیقی کام کو ہر فکرماسو ا پر ترجیح دینے والا ہو کیوں کہ علم ایک کسبی چیز ہے جس کے لئے پوری تن دہی درکار ہوتی ہے ۔

امام ابوحنیفہ ؒ(۲۵)فرماتے ہیں : اَلعلمُ لا یُعطِیکَ بَعضَہ حتیٰ تُعطیَہ کُلُّکَ.'' علم اپنا تھوڑا حصہ بھی آپ کو نہیں دیتا جب تک تم نے اپنی آ پ پوری طرح اس کے حوالہ نہ کی ہو(۲۶)۔''

۳ :محقق صبر وعزیمت کا پیکر ہو اور مشکلات ومصائب پر قابو پانے والا ہو ۔علم کی راہ میں مشکلات کاآنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ جتنی مصائب اور امتحان اس راہ میں آتی ہیں شائد کسی اور کام میں ہوں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب سیدنا خضر علیہ السلام ملنے کی تلاش میں جاتے ہیں اور سارا دن سفر کرکے تھک جاتے ہیں تو فرماتے ہیں:

لَقَدْ لَقِینَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذا نَصَباً(۲۷)

مفردات القرآن میں نصب کا معنی تھکاوٹ کیا گیا ہےٍ(۲۸) ۔

یہ علمی سفر تھا اور موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی حصول علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس جارہے تھے۔ انہوں نے بھوک اور تھکاوٹ کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب علم میں تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔کسی نے کیا خوب کہا ہے :

بِقَدرِ الکَدِّ تُکْتَسَبُ المَعَالي   وَمَنْ طَلَبَ الْعُلاَ سَہِرَ الَّلیالِي

تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَیْلاً   یَغُوْصُ الْبَحَرَ مَنْ طَلَبَ الُّلآلي

ترجمہ:انسان کو اس کی کوشش کے برابرمرتبہ ملتا ہے جو کوئی اونچا مقام چاہتا ہے تو اس کے لئے وہ راتوں کو جاگتا رہتاہے ۔اے مخاطب !تُو اعلیٰ مرتبے کا خواہاں ہے اور پھر بھی سوتا ہے [تو یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی]کیوں کہ موتی حاصل کرنے کے لئے سمندر میں غوطہ لگا نا ضروری ہوتا ہے(۲۹) ۔

۴ :محقق تعصب ، تنگ نظری اورضد وہٹ دھرمی سے دور ہو۔وہ مثبت سوچ اور معتدل مزاج کامالک ہو ۔تعصب خواہ مسلکی ہو یا لسانی اور نسلی بنیاد پر ہو،ہر طرح نقصان دہ اور قابل نفرت ہے ۔اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ دشمنوں کو بھی ان کا حق ادا کرکے ان کے ساتھ انصاف کیا جائے ۔ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْویٰ(۳۰)

''اورکسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر مائل نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرسکو ،انصاف کو کہ یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔''

انصاف کے قیام میں جہاں عداوت رکاوٹ بنتی ہے وہاں اقرباپروری بھی مانع ثابت ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

یَاَ یُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالقِسْطِ وَلَوْ عَلَی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَینِ وَالْاَ قْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرً افَاللّٰہُ اَوْلَی بِھِمَا فَلَا تَتَّبِعُوْا الْھَوَی اَنْ تَعْدِلُوْا(۳۱)

محقق کے لئے ضروری ہے کہ معاندانہ رویہ نہ اپنائے کہ کسی کے درست موقف کومحض ضد کی بنا پر ٹھکراکر اسے اصول پرستی کا نام نہادجامہ پہنائے اور کسی کا موقف خواہ وہ غلط کیوں نہ ہوں بے دھڑک قبول کرے۔
۵:علمی خیانت سے اپنے آپ کو بچائے رکھے جو بھی فیصلہ کرے یا رائے قائم رکھے اس میں حقائق سے چشم پوشی نہ کرے ۔کسی اور کے کام کو اپنی طرف منسوب نہ کرے ۔

اس کو علمی سرقہ[Plagiarism] کہتے ہیں ۔آج کل انٹر نیٹ کے دور میں اکثر تحقیقات علمی سرقہ سے خالی نہیں ہوتیں اور [Copy ,Paste] سے کام لیا جارہا ہے جو تحقیق کے نام پر ایک بدنما داغ ہے۔
۶:اپنے مشرف [استاذ]کے ساتھ ہم آہنگی رکھتا ہو۔ان کے مشورہ پر عمل کرنے والا ہواور ان کے تجربات سے استفادہ کی کوشش کرتا ہو۔
جیساکہ کسی نے کہا ہے:
اِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِیْبَ کِلَاھُمَا لَا یَنْصِحَان اِذا ھُمَا لَمْ یُکْرَمَا
فَاصْبِرْلِدَاءِکَ اِنْ جَفَوْتَ طَبِیبَہ وَاقْنَعْ بِجَھْلِکَ اِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّمَا
استاذ اور طبیب کا اکرام نہ کیا جائے تو وہ خیر خواہ ثابت نہیں ہوں گے ۔اگر تم نے طبیب سے لاپرواہی کی تو اپنی بیماری پر صبر کرو اور استاذ سے بے وفائی کی تو اپنے جہل پر قانع رہو(۳۲) ۔
۷:زمانہ کے عرف اور تقاضوں سے واقف ہوکیوں کہ ''مَنْ لَّمْ یَکُنْ عَالِمًا بِاَھْلِ زَمَانِہ فَھُوَ جَاھِلٌ.''

جو کوئی زمانے کے عرف سے واقف نہ ہوں وہ عالم نہیں ہے(۳۳) ۔
۸:مختلف زبانیں خصوصاًعربی جانتا ہو۔اسلامی موضوعات پر کام کرنے کے لئے عربی زبان سے واقفیت لازمی ہے کہ اسلام کے تمام اصلی مآخذ عربی میں ہیں جن تک رسائی بغیر عربی سیکھے ناقص رہے گی ۔
۹:تحقیقی مہارتوں سے شناسا ہواورکسی علم کے اصلی مآخذ اور متون تک رسائی کرسکتا ہو کیوں کہ اصلی مصادر کے ہوتے ہوئے ذیلی اور ثانوی مصادر سے اخذ کرنا تحقیق کے اصولوں کے خلاف ہے مثلاً ایک محقق کسی حدیث کا حوالہ مشکوٰۃ المصابیح سے دیتا ہے تودرست نہ ہوگا کیوں کہ یہی کتاب حدیث کا مصدر اصلی نہیں ہے۔ اصلی ذخائر سے حوالہ دینا ضروری ہوگا ۔ اسلامی علوم وفنون کے اصلی اور ثانوی مصادر جاننے کے لئے استاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف کی کتاب ''اصول بحث وتحقیق علوم شرعیہ ''کی طرف مراجعت بہت مفید ثابت ہوگی۔
۱۰ :باحث کے لئے ضروری ہے کہ کسی اور سے استفادہ کرنے میں عار محسوس نہ کرے۔حدیث میں ہے:شِفَاءُ الْعَیِّ السُّؤالُ.''جہل کا علاج پوچھنے میں ہے(۳۴)۔''
امام مجاہدؒ (۳۵) فرماتے ہیں :لَا یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحیٍ ولاَ مُسْتَکْبِرٌ.علم حیاء کرنے والا [جو سوال کرنے سے شرماتا ہو]اور متکبر نہیں سیکھ سکتا (۳۶)۔''

خطۃ البحث

خطۃ البحث کو اردو میں خاکۂ تحقیق اور انگریزی میں **[Synopsis]** کہتے ہیں۔یہ کسی بحث کی تفصیل سے پہلے اجمالی شکل ہے جس میں بحث کی ابتداء سے لے کر آخر تک کے اقدامات کا خلاصہ درج ہوتا ہے ۔ تحقیقی کام سے قبل اس کی تیاری اور منظوری لازمی ہوتی ہے۔ معیاری تحقیق بہتر تحقیقی خاکہ کی مرہون منت ہے ۔خاکۂ تحقیق کے عناصر ترکیبی یہ ہیں ۔
تعارف:[Introduction] اس میں زیر نظر موضوع کا مختصر تعارفی جائزہ لیا جاتا ہے کہ موضوع کیا ہے اور کس فن سے متعلق ہے ؟۔تعارف ایک صفحہ سے زائد نہیں ہونا چاہیے۔
قضیۂ تحقیق :[Statement of the Research problem]

اس کو اشکالیۃ البحث بھی کہتے ہیں جس میں یہ قضیہ نمٹانا ہوتا ہے اور اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ اس موضوع کو کیوں خاص کیا گیا اور کیا مشکل ہے جس کو حل کرنے کے لئے تحقیق کی جارہی ہے ؟ جس کا جواب مختصر اًاور

جامع انداز میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس میں موضوع کی اہمیت پر تھوڑی نظر ڈالی جاتی ہے ۔

اہداف تحقیق:[Objectives of the Research]

اس مرحلے میں محقق یہ ذکر کرے گا کہ تحقیقی کام میں وہ کن مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جس میں تخریج ،تعلیق ،جرح وتعدیل ،مقارنہ ،مشکلات کی تشریح وغیرہ جیسے مباحث ہوسکتے ہیں ۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:[Pre-Literature Review]

اس میں موضوع کا تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے کہ پہلے سے اس پرسابقہ تحقیق کی نوعیت کیا ہے؟ اور کس حد تک ہے ؟مزید تحقیق کرنے کے لئے کیا گنجائش باقی ہے؟

منہج تحقیق:[Methodology of the Research]

یہاں تحقیقی کام کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اس مضمون کی ابتداء میں وہ تمام ممکنہ طریقے درج کئے گئے ہیں ۔

منصوبۂ تحقیق:[Plan of the Research Work]

یہ مقالہ کا اہم حصہ ہے اس میں مقالہ کی تقسیم اورابواب بندی کی جاتی ہے جس میں پوری سے بصیرت کام لینا پڑتا ہے۔ان اقدامات پر عمل کرنا مناسب ہوگا

سب سے پہلے عنوان البحث ،پھر مقدمہ ہوگا اور اس کے بعد مقالہ کو ابواب میں تقسیم کیا جائے گا ۔ابواب کو ذیلی فصول میں ،فصول کو مباحث یا ارقام میں اور مباحث کو مطالب یا حروف میں منقسم کیا جائے گا ۔اگر مقالے کا حجم بہت زیادہ ہو تو ابواب سے پہلے اس کو اجزاء میں تقسیم کیا جائے گا ۔آسانی کے لئے مندرجہ ذیل جدول ملاحظہ ہو۔

مقالہ

اجزاء

ابواب

فصول

مباحث یا ارقام

مطالب یا حروف

فروع

ارقام سے مراد عددی نمبر ہے کہ مباحث کی جگہ ۱،۲،۳ ۔وغیرہ نمبر بھی دئے جاسکتے ہیں ۔اسی طرح مطالب کی بجائے حروف الف ،ب،ج۔وغیرہ بھی درج کئے جاسکتے ہیں ۔

خلاصۃ البحث:[Summary of the Research Work] اس میں مقالے کا خلاصہ اورنچوڑ درج کیاجاتا ہے ۔

نتائج البحث:[Conclusions] خلاصۃ البحث کے بعد نتائج ذکر کئے جائیں گے ۔نتائج میں وہ چیدہ چیدہ نکات پیش کئے جاتے ہیں جو تحقیق کے دوران باحث نے دریافت کئے ہیں ۔

تجاویز:[Suggestions]اس کے بعد تجاویز یا توصیات ذکر کئے جاتے ہیں جو باحث اپنی طرف سے دے گا۔

تجاویز کے بعد فنی فہارس ذکر ہوں گے ۔جن کی تیاری میں مہارت سے کام لینا پڑتا ہے ۔

۔:ان میں پہلی فہرست قرآنی آیات کی ہوگی جس میں قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کو مدنظر رکھا جائے گا ۔ پہلے آیت کریمہ یا اس کا ایک حصہ اس کے بعد قرآن مجید کی سورۃ کا نام مع نمبر اور آخر میں صفحہ نمبر درج کیا جائے گا ۔

۔:پھرفہرست احادیث آئے گی۔اس میں الف بائی ترتیب کا لحاظ ہوگا۔اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے احادیث مبارکہ کو الف بائی ترتیب دی جائے گی ۔فہرست بنانے وقت پہلے حدیث کا ایک حصہ ذکر ہوگا اور پھر صفحہ نمبر دیا جائے گا ۔

اگر احادیث میں صحیح کے ساتھ ضعیف اور موضوع بھی ہوں تو ان کی الگ الگ فہرست بنے گی ۔اسی طرح ضعیف رواۃ کی فہرست بھی آے گی ۔

۔:تیسری فہرست آثار واقوال پر مشتمل ہوگی اس سے مراد مقالہ کے اندراحادیث کے علاوہ دیگر اقوال ہیں۔اس میں بھی

الف بائی ترتیب ہوگی۔
-:چوتھی فہرست میں اعلام [وہ مشہور شخصیات جن کا ذکر مقالے کے اندر آیا ہو] الف بائی ترتیب سے ذکر ہوں گے۔
-:پانچویں نمبرپر بلدان واماکن[مقالہ میں ذکرشدہ مقامات]کی الف بائی ترتیب سے فہرست بنے گی ۔
-:اگر مقالے میں اشعار ذکر ہوں تو ان کی فہرست چھٹے نمبر پر ہوگی ۔اس میں بھی الف بائی ترتیب اختیا کیا جائے گا ۔

مصادر ومراجع:

اس میں وہ تمام کتب[خواہ وہ اصلی متون ہوں یا ثانوی]الف بائی ترتیب سے ذکر ہوں گی جن سے استفادہ کیا گیا ہے اور حواشی میں درج کی گئی ہیں کتاب کا پورا نام اس کا مصنف ،مکتبہ کا نام اور سن اشاعت درج کرنا چاہیے۔اگر سن اشاعت معلوم نہ ہو تو ''سن اشاعت ندارد'' لکھنا چاہیے۔

حواشی درج کرنے کا طریقہ :

اس کے لئے دو طریقے مروج رہے ہیں ۔
۱:حواشی ہر باب کے آخر میں عددی ترتیب سے ذ کر کئے جاتے ہیں ۔
۲:ہر صفحہ کے آخر میں [جس کو فٹ نوٹ کہتے ہیں]درج ہوتے ہیں ۔

پہلا طریقہ آرٹیکل لکھنے کے لئے اپنایا جاتا ہےمقالہ جات میں دوسرا طریقہ زیادہ مفید ثابت ہوا ہے ۔قاری یا ممتحن کے لئے اس کا مطالعہ کرنا آسان ہوتا ہے ۔ دوسرے طریقے میں اگر حواشی کی تفصیل دوسر ے صفحہ تک بڑھ جائے تو پہلے صفحہ کے اخر میں ''=''کا نشان دینا چاہیے اسی طرح یہی علامت دوسرے صفحہ کے حاشیہ کے شروع میں دینی چاہیے۔

حوالہ دینے کا طریقہ :

حوالہ دینے کے بھی دو طریقے ہیں ۔

۱ :سب سے پہلے مصنف کا نام پھر کتاب کا نام [جس کاحوالہ دیناہے]اس کے بعد کتاب کا جلد اورصفحہ نمبرپھر مکتبہ کا ذکر اورآخر میں سن اشاعت ذکر کیا جاتا ہے ۔مثلاً

عَن عبدِاللہِ بنِ عُمَرصقَال رسو ل اللہ :إنّ أحَبَّ أسْمَاءِكُم إلَى اللہِتَعَالٰى عَبدُاللہِ وَعَبْدُالرحْمٰنَ.

مسلم بن حجاج القشیری ابوالحسین ،صحیح مسلم ،کتاب الاداب[۳۸] باب النهی عنی التکنی بأبی القاسم ۱[حدیث:۲۔ ۲۱۳۲]

۲:دوسرے طریقے میں پہلے کتاب کا نام اور پھر مصنف کا نام آتا ہے ۔

عَنْ أبِي هُرَيرَةَعَنِ النَّبِی ﷺقَالَ: اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ أوْ سَبْعُوْنَ شُعْبَةًفَأفْضَلُهَا قَولُ لَاإلٰہَ إلّااللہُ وَأدْنَاهَا إمَاطَةُالأذَى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِن الْإيْمَانِ.

صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری ابوعبداللہ ،کتاب الایمان[۲]باب امورالایمان[۳]حدیث:۹

محقق دونوں اسلوب اختیار کرسکتا ہے ۔البتہ دوسرے طریقے میں فہارس مرتب کرنا آسان ہوگا ۔

حوالہ دیتے وقت ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

-:اگر کسی کتاب کا حوالہ پہلی مرتبہ دینا ہو تو پوری تفصیل لکھنی ہوگی جو اوپر ذکر ہے ۔
-:کسی کتاب سے دوسری مرتبہ حوالہ دینا ہو تو پھر صرف کتاب کا نام جلد اور صفحہ نمبر لکھنا چاہیے ۔
-:قرآن مجید کی آیت کریمہ کا حوالہ درج کرنے میں سورت کا نام[لفظ سورۃسمیت]سورۃ نمبر اور آیت نمبر درج کرنا ہوگا ۔
-:حدیث مبارکہ کا حوالہ درج کرتے وقت کتاب کا نام اور نمبر اس کے بعد باب کانام اور نمبر اورآخر میں حدیث کا نمبرلکھا جائے گا ۔مثلاً

عَن عبداللہِ بنِ عُمرَ أخبره ان رسول اللہ اقال: المُسلمُ أخُوالمُسلمِ لايَظلِمُہ ولَايُسْلِمُہ،وَمَن كَانَ فِي حَاجَةِ أخِيهِ كَانَ اللہُ فِي حَاجَتہ......آہ

صحیح بخاری،کتاب المظالم[۴۹]باب لایظلم المسلمُ المسلمَ [۳]حدیث:۲۴۴۲

-:اگر کسی حدیث کی کتاب کی ترقیم[احادیث کی عددی ترتیب] کی گئی ہو لیکن ان میں کتاب اور باب نہ ہوں تو پھر جلدنمبر اور صفحہ نمبرلکھ کر آخر میں حدیث نمبر درج ہوگا ۔

عَن أحمَدبنِ طَارِقٍ ،حَدَّثَنَاحَبِيْبَ أَخُوحَمْزہ عن ابی اسحاق عن الحارث، عن علی مرفوعًاالصلوٰۃ عمادالدین.......آہ.
الفردوس بمأثور الخطاب، ابو شجاع شرویہ بن الدیلمی۲:۴۰۴،حدیث:۳۷۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت۱۴۰۶ھ
یہاں [۲] جلد نمبر اور[۴۰۴]صفحہ نمبر ہے ۔
۔:اگر کسی حدیث کا ذکر کئی کتابوں میں ہوچکا ہو تو اس میں زمانی ترتیب اور استنادی حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے
۔پہلے صحاح ستہ اور اس کے بعد دیگر متون کاذکر کرنا چاہیے ۔اسی طرح جس کتاب کے الفاظ ہیں اس کے
ساتھ''واللفظ لہ ''لکھ دینا چاہیے۔ مثلاً
عَن عُمرَبنِ الْخَطّاب صقال:بینمانَحنُ عِندَرسولِ اللہِا ذَاتَ یَومٍ إذْطَلَعَ عَلَینَارَجُلٌ شَدِیْدُبَیَاضِ الثِّیَابِ.....قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ: أنْ تَعْبُدَاللہَکَأَنَّکَ تَرَاہُ فَإنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإنَّہ یَرَاکَ ....آہ۔
صحیح بخاری،کتاب الایمان[۱]باب سوال جبریلَ النبیَّاعن الایمان والاسلام الاحسان [۳۸]حدیث:۵۰
صحیح مسلم کتاب الایمان[۱]باب معرفۃ الایمان والاسلام والاحسان[۱]حدیث:۱۔[۸]واللفظ لہٗ
۔:اگر کسی حدیث پرکلام کرنا مقصود ہو تو اس کو سند کے ساتھ ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ ضعیف راوی معلوم ہوجائے۔
۔:اسی طرح تفاسیر اور سیرت کی کتابوں میں جو زمانی لحاظ سے مقدم ہیں ان کا ذکر پہلے کرنا ضروری ہے ۔
۔:اگر ایک صفحہ میں کسی کتا ب کا حوالہ یکے بعد دیگرے دینا پڑے تو اس کے لئے نفس مصدر اور جلد وصفحہ نمبر لکھنا چاہیے ۔
۔:متن اور حواشی میں لکھائی کے سائز کاخیال رکھنا چاہیے ۔جلی عنوان کے لئے[۲۰]متن کے لئے[۱۵اور ۲۲]حواشی کے لئے [۱۳اور ۱۸] فانٹ سائز اختیا ر کرنا چاہیے۔

بحث کے اندر کتابت کی خامیاں:

اسلوب کی خامی:

باحث اپنا اظہار سادہ اور عام فہم اسلوب میں کرے مشکل کلمات اور پیچیدہ جملوں کا استعمال نہ کرے ۔ ادبی کی بجائے علمی طرز اپنائے ۔کلام میں بے جا طوالت ،جھول اور تکرار سے گریز کرے ۔کیوں یہ چیزیں بحث کی خامیاں شمار ہوتی ہیں ۔

قواعد لغت کی خامی:

باحث قواعد لغت ،صرف ونحو [گرائمر] کی غلطیوں سے اجتناب کرے ۔املا کو درست تلفظ کے ساتھ لکھے ۔اردو میں کئی الفاظ ایسے ہیں جو علیحدہ لکھے جاتے ہیں تاہم انہیں جوڑ کر لکھا جاتا ہے ۔مثلاً لفظ'' اسی طرح'' کو [اسیطرح]لفظ ''ان کی'' کو[انکی] ''کے ساتھ'' کو[کیساتھ]''کی خاطر'' کو [کیخاطر'' [درآں حالے'' کو [درآنحا لیکہ]''چہ جائے کہ'' کو[چہ جائیکہ] لکھنے کی غلطی کی جاتی ہے ۔اسی طرح باحث قرآن مجید کی آیات مبارکہ نقل کرنے میں رسم عثمانی کا اتباع کرے۔

ابہام کی خامی :

باحث اپنے مؤقف کا ذکر وضاحت سے کرے اور اس میں ابہام نہ چھوڑے کہ مطلب سمجھ میں نہ آئے۔ ایک حکم کو تعمیم کے ساتھ ذکر کرنا جب حقیقت اس کے خلاف کا تقاضاکرتا ہو درست نہیں ۔مثلاً باحث یہ لکھ دے کہ تمام فقہاء کی رائے اسی طرح ہے اور اصل میں ایسا نہ ہو۔اس کے علاوہ کسی عام حکم یا رائے بغیر دلیل کے خاص نہ کرے ۔مثلاًیہ لکھ دے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس رائے میں منفرد ہیں حالآنکہ اصل میں وہ سب کی رائے ہو۔

سابقہ اقوال ذکر کرنے کی خامی:

باحث ،سابقین کے اقوال لکھنے میں احتیاط سے کام لے ۔ان کی طرف کوئی ایسا قول منسوب نہ کرے جو ان کا نہ ہو ۔

توثیق کی خامی :

باحث کے لئے ضروری ہے کہ کسی حدیث کی توثیق یا تردید بغیر ثبوت کے نہ کرے ۔بعض اوقات ایک حدیث صحیح ہوتی ہے اور اس کو ضعیف لکھ دیتا ہے اسی طرح ضعیف کو صحیح سمجھ بیٹھتا ہے جو ایک بہت بڑی خامی ہے۔

رموز اوقاف کے غلط ا ستعمال کی خامی :

رموز اوقاف کا لغت کے اندر بڑی اہمیت ہے اور معمولی تبدیلی سے مطلب کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے ۔محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ کے اندر وقف اور وصل کے رموز سے واقف ہو ۔فل سٹاف ،کامہ ،کولون ،علامت استفہام اور اظہار وتعجب کا درست استعمال جانتا ہو ۔

علمی مواد نقل کرنے کی خامی :

سابقہ مواد نقل کرنا مقالہ میں ضروری ہوتا ہے۔ اس میں باحث اکثر خطاکا شکار ہوجاتا ہے ۔ اس خامی سے بچنے کے لئے ان دو طریقوں کو سامنے رکھے کہ جو مناسب ہو وہ اختیار کرے ۔

۱:نقل حرفی :جس میں حرف بہ حرف مواد نقل کیا جاتا ہے اور ان کو قوسین میں درج کیا جاتا ہے ۔

۲:نقل معنوی :اس میں باحث اپنے الفاظ میں سابقہ مواد کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ باحث اس مواد کا مفہوم اچھی طرح جانتا ہو۔اگر مواد مختصر ہوں یا نص سے اس کا تعلق رکھتا ہوجن کوباحث اپنے الفاظ میں سمیٹ نہیں سکتا تو پھر اس کو ہو بہو نقل کرسکتا ہے ۔اگر مواد کی فہرست طویل ہو تو اس کا مفہوم اور خلاصہ اپنے الفاظ میں ذکر کرے۔

تعبیر کی خامی :

متن میں شخصیات کا ذکر ہو تو انہیں مناسب اعزازی کلمات سے ملقب کیا جائے ۔رسول اللہ ﷺکا نام گرامی آجائے تو حرف ص یا صلعم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ پوراﷺ یا علیہ السلام لکھنا چاہیے ۔اسی طرح دیگر انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام پورا لکھنا ضروری ہے ۔صحابی کے نام کے ساتھ پورا جملہ رضی اللہ عنہ درج کرنا چاہیے ۔اگر کسی فوت شدہ عالم کا نام آجائے تو رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے نہ کہ صرف [رح]۔عالم کے نام سے قبل مولوی ،مولانا ،علامہ یا شیخ کا سابقہ استعمال کرنا مناسب ہے ۔

علمی مواد جمع کرنا کا طریقہ:

نظام ارتجالی :اس طریقے میں باحث اپنے موضوع کے متعلق تمام مواد بلا ترتیب جمع کرتا ہے ۔

نظام المظروفات :اس طریقے میں باحث اپنے موضوع کے ابواب اور فصول وغیرہ الگ الگ لفافوں میں جمع کرتاہے ۔

نظام الدوسیہ : اس میں مواد فائل میں جمع کئے جاتے ہیں اور بعد میں ترتیب دی جاتی ہے ۔

اس میں دوسرا طریقہ بہتر اور آسان ہے۔

مصادرومراجع

(۱)تاج العروس من جواہر القاموس،مرتضیٰ زبیدی۵:۱۶۳،دارلہدایہ بیروت سن طباعت ندارد

(۲)سورۃ المائدہ۵:۳۱

(۳)المفردات فی غریب القرآن ،امام راغب اصفہانی۱:۱۰۸،دارالعلم بیروت سن طباعت ۱۴۱۲ھ

(۴)محمد بن بلتاجی بن حسن ۱۹۳۹ء کو کفر الشیخ [شمالی مصر] کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے ۔شیخ محمد ابوزہرہ کے شاگرد تھے ۔کلیۃ دارالعلوم جامعہ قاہرہ کے رئیس اور عمید[ڈین] رہ چکے ہیں ۔آپ نے مختلف موضوعات پر سولہ مفید لکھی ہیں ۔ ۲۶ اپریل ۲۰۰۴ء کو وفات پاگئے اور آبائی وطن میں دفن ہوئے ۔شیخ بلتاجی راقم کے استاذ رہ چکے ہیں۔ [امالی محاضرات الشیخ محمد بلتاجی غیر مطبوعہ سرورق]

(۵)محاضرات فی مناہج البحث لطلاب السنۃ التمہیدیہ ، استاذ دکتور محمد بلتاجی ،ص۱ [امالی محاضرات الشیخ بلتاجی غیر مطبوعہ]

(۶)منہاج الاصول فی علم الاصول ، محمد بن عمر البیضاوی۴:۵۲۴ دار عالم الکتب ریاض سن طباعت ندارد ؛عقد الجید فی احکام الاجتہاد ، شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۳،المطبعۃ السلفیہ قاہرہ سن طباعت ۱۴۰۷ھ
(۷)المفردات فی غریب القرآن۱:۸۲۵
(۸)سورۃ المائدۃ۵:۴۸
(۹)صحیح بخاری ،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ،کتاب التفسیر [۶۸]باب تفسیر سورۃ المائدہ [۱۰۸]
(۱۰)سورۃ الرحمن ۵۵:۳،۴
(۱۱)سورۃ الاسراء ۱۷:۷۰
(۱۲)کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم۱:۱۳۷۴محمد آعلیٰ تھانوی مکتبہ لبنان بیروت سن طباعت۱۹۹۶ء
(۱۳)التعریفات ،علی بن احمد بن علی الجرجانی ،ص۳۷،دارالکتاب العربی بیروت سن طباعت ۱۴۰۵ء
(۱۴)سورۃ النمل ۲۶:۶۹
(۱۵)سورۃعبس۸۰:۲۴
(۱۶)سورۃ فصلت۴۱:۵۳
(۱۷)سورۃ الطارق۸۶:۵
(۱۸)سورۃآل عمران ۳:۱۵۹
(۱۹)اصول السرخسی ابوبکر محمد بن احمد السرخسی۲:۱۳۱دارالکتاب العلمیہ بیروت سن طباعت ۱۴۱۴ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ،علامہ علی بن محمد الآمدی۴:۱۷۲دارالکتاب العربی سن طباعت ۱۴۰۴ھ،الوجیز فی اصول الفقہ عبد الکریم زیدان ص ۳۵۸مکتبہ رحمانیہ پشاورسن طباعت ندارد
(۲۰)صحیح بخاری ،کتاب الایمان [۱]باب سؤال جبریل النبیﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان [۳۸]حدیث :۵۰
(۲۱)اصول السرخسی۱:۱۶
(۲۲)سورۃ النمل ۲۷:۴۶
(۲۳)سورۃ البقرۃ ۲:۲۳
(۲۴)سنن الترمذی ،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی ابواب صفۃالقیامۃ ،باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص [۲] حدیث :۲۴۱۸ دارالغرب الاسلامی بیروت سن طباعت ۱۹۹۸ء
(۲۵)نعمان بن ثابت ،ابو حنیفہ [۸۰۔۱۵۰ھ236۶۹۹۔۷۶۷ء]کوفہ [عراق]میں پیدا ہوئے ۔حنفی مسلک کے امام اور مجتہد تھے ۔ علم فقہ میں گہری بصیرت کے مالک تھے ۔تقویٰ، سخاوت اور حسن اخلاق میں مثال تھے ۔علم کی ترویج واشاعت کے ساتھ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ درس کا ایک وسیع حلقہ قائم کیا جس سے امام ابویوسف اور امام محمد رحمہمااللہ جیسے علماء پیدا ہوئے۔آپ کے اجتہادات کو آپ کے شاگردوں نے کتابی شکل دے دی جو ایک مفید فقہی ذخیرہ ہے ۔[سیر اعلام النبلاء ،حافظ شمس الدین الذہبی۶:۳۹۰ت:۱۶۳،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت سن طباعت ندارد ؛الاعلام خیر الدین زرکلی۸:۳۶دارالعلم للملایین بیروت سن طباعت ۲۰۰۲ء]
(۲۶)شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ،عبد الحی بن احمد العکری الحنبلی ،ابن العماد۱:۲۹۹ دار ابن کثیر دمشق سن طباعت۱۴۰۶ھ
(۲۷)سورۃ الکہف ۱۸:۶۲
(۲۸)مفردات القرآن۱:۸۰۸
(۲۹)تعلیم المتعلم ،امام برہان الاسلام الزرنوجی ص۳۱مکتبہ اکرمیہ پشاور
(۳۰)سورۃ المائدہ ۴:۸
(۳۱)سورۃ النساء ۴:۱۳۵
(۳۲)تعلیم المتعلم ص۲۴
(۳۳)الدر المختار شرح تنویر الابصار ،علامہ حصکفی ،۲:۴۷ دارالفکر بیروت سن طباعت۱۳۷۶ھ
(۳۴)سنن ابی داؤد،امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ،کتاب الطہارۃ [۱]باب فی المجروح ویتیمم [۱۲۸]حدیث نمبر:۳۳۶]دارالکتاب العربی بیروت سن ندارد

(۳۵)مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی ،مولیٰ بنی مخزوم [۲۱-۱۰۴ھ۷۲۲-236-۶۴۲ء [معروف مفسر تابعی تھے ۔ شیخ القراء والمفسرین کے نام سے شہرت پائی ۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر کا علم سیکھا ۔[سیر اعلام النبلاء،حافظ ذہبی،۴:۴۴۹موسسۃ الرسالہ بیروت۱۴۱۰ھ،الاعلام ،زرکلی ۵:۲۷۸]

(۳۶)شرح ابن بطال لصحیح البخاری ابوالحسن علی بن خلف بن بطال البکری القرطبی۱:۲۱۰،مکتبۃ الرشد ریاض سن طباعت ۱۴۲۲ھ